تبدیلی

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

پاکستان نے ۱۹۴۷ء میں انگریزوں سے آزادی حاصل کی، لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انگریز کے خدمت گزاروں نے ملک کو اُمریکہ کی غلامی میں دھکیل دیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ مقامی آقا بدلتے گئے، مگر غلاموں کی قسمت ابھی تک نہیں بدل سکی۔ سِکھا شاہی اور انگریزی دور میں جن خاندانوں نے قوم سے نمک حرامی کر کے وقت کے فرعونوں کا درباری بننے کے عوض جاگیریں، مربعے، دولت اور جاہ ومنصب پائے تھے۔ وہی قومی غدار قبیلے انگریزوں کو برصغیر سے بوریا بستر باندھتا دیکھ کر تحریک پاکستان میں شامل ہوتے گئے اور جب نیا ملک وجود میں آیا تو پھر یہی خانوادے ہماری گردنوں پر سوار ہو کر قوم وملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے۔

حقیقت کی آنکھ سے دیکھیں تو آج ساٹھ برس کے بعد بھی اُن ہی خاندانوں کے چشم وچراغوں کی اکثریت ہی اپوزیشن کے بنچوں اور حکومت کے ایوانوں میں بیٹھی ہے۔ قانون سازی کے مراحل سے لے کر اِقتدار کی غلام گردشوں تک اُنہی کا سکہ چلتا ہے۔ پولیس اور انتظامیہ اُن کے حکم کی پابند ہے۔ تمام محکموں اور اِداروں پر اُن کی مضبوط گرفت ہے۔ چور، اُچکے، بدمعاش اور غنڈے اُن کی ذاتی فورس کا حصہ ہیں۔ سرمایہ پرست، صنعت کار اور ذخیرہ اندوز تاجر، اُن کی مٹھی میں بند ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء کی من پسند قیمتوں کا تعین اور اَشیاء کی دستیابی اور کمیابی اُنہی کے دائرۂ کار میں ہے۔ الغرض پاکستان کی ساٹھ فیصد آبادی اِن ظالم وڈیروں اور غاصب جاگیرداروں کے شکنجے میں بلبلا رہی ہے۔

دوسری طرف مجموعی طور پر ملک کی پچھتر فی صد آبادی غریبی کی سطح سے بھی نیچی زندگی کے دن پورے کر رہی ہے۔ عوام کی یومیہ آمدنی دو ڈالر تک محدود ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اور جاگیرداری سسٹم نے عوام کو معاشی لحاظ سے اِس حد تک مفلوج کر دیا ہے کہ اُنھیں صبح وشام کے دو وقت کے کھانے کی فکر سے ہی فرصت نہیں ہے۔ تعلیم اور روزگار کے دروازے بند کر کے یہ توقع رکھنا کہ قوم میں سیاسی شعور بیدار ہوگا، یہ محض ایک دیوانے کا خواب ہے۔ بے شک مایوسی کفر ہے اور یقیناً ایک دن ہماری حالت ضرور سنورے گی، لیکن تا حال جن حالات سے پاکستان کے عوام گزر رہے ہیں۔ اُن کے تلخ حقائق کو جھٹلانا اپنے آپ کو فریب دینا ہے۔ کیا یہ ایک کھلی حقیقت نہیں ہے کہ پاکستان کے ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود اُس کے عوام سال بھر گندم کے ایک ایک دانہ کو ترستے ہیں۔ بجلی اور گیس کے مصنوعی بحران اِس کے علاوہ

ہیں جو عوام پر عذاب بن کر ٹوٹے ہیں۔

اِس افسوسناک صورت حال میں ایم کیو ایم کے ڈپٹی کنوینر ڈاکٹر فاروق ستار کا یہ کہنا عجیب سا لگتا ہے کہ ''ہم جاگیردارانہ نظام کے خاتمہ کے لیے ووٹ کے ذریعے انقلاب لائیں گے۔'' سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام نے جس طرح پورے ملک وقوم کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ ایسے میں انقلاب لانا اور وہ بھی ووٹ کے ذریعے! عملاً ناممکن ہے۔ سرمایہ داری نظام اور جمہوریت کا جنم جنم کا ساتھ ہے۔ سرمایہ کے بغیر جمہوریت کا ایک قدم چلنا بھی مشکل ہے اور جب الیکشن کمیشن نے قومی اسمبلی کے امیدوار کو انتخابی اخراجات کے لیے چالیس لاکھ روپے اور صوبائی اسمبلی کے امیدوار کو پندرہ لاکھ روپے تک خرچ کرنے کی اجازت دے رکھی ہے تو پھر ایک غریب آدمی جس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ ہو، اُس کے لیے الیکشن لڑنا تو دُور کی بات ہے، اُس کا ووٹ ڈالنے کے لیے جانا بھی دشوار ہے۔ بالفرض متوسط طبقہ کے چند اَفراد اَسمبلیوں میں پہنچ بھی جائیں تو سینکڑوں سرمایہ پرست اراکینِ اسمبلی کے مقابلہ میں اُن کی شخصی یا عددی اہمیت کیا ہوگی؟ کون اُن کی نحیف وکمزور آواز پر کان دھرے گا؟ اگر کوئی گروہ یا جماعت پوری محنت وتگ ودو کے بعد اَپنے کچھ غریب اراکین کو اَسمبلی کے ایوان میں پہنچانے میں کامیاب بھی ہو جاتی ہے تو وہ اکثریتی جماعت کے ساتھ اشتراک کر کے ایک پریشر گروپ کا کردار تو اَدا کر سکتی ہے، لیکن وہ کوئی فیصلہ کن تبدیلی یا کسی انقلاب کے لانے کا باعث بالکل نہیں بن سکتی۔

جدید جمہوریت سرمایہ داری نظام کی پیداوار ہے۔ جمہوریت، سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام کی بیساکھیوں کی محتاج ہے۔ یورپ اور اَمریکہ میں بھی جہاں جمہوریت کا راج بتایا جاتا ہے اور جہاں کی جمہوری قدروں کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ وہاں بھی جمہوریت شفافیت سے خالی ہے۔ انتخابی سیاست میں حصہ لینا کسی عام یا اکیلے شخص کے بس کا روگ نہیں ہے۔ وہاں بھی مضبوط معاشی گروہ اور مخصوص سرمایہ پرست لابیاں اپنے امیدواروں کو سپورٹ کرتی ہیں اور وہ امیدوار کامیاب ہونے کے بعد عوامی نمائندگی کی بجائے اپنے سرمایہ کاروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلیوں کا کردار اَدا کرتے اور اُن کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ جبکہ عوام منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

امیر وغریب کے فرق کو ختم کرنے اور مساوات وبرابری کو رَواج دینے کے لیے سب سے پہلے اپنی ذات کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ آسائش وآرام ترک کرنا پڑتے ہیں عدل وانصاف کے لیے اپنے پرائے کی تمیز اور چھوٹے بڑے کا فرق مٹانا پڑتا ہے۔ رشوت کو ٹھکرا کر رُوکھی سوکھی پر گزر بسر کرنی پڑتی ہے۔ سفارش واَقربا پروری کی بجائے میرٹ اور حق کو دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا یہ سوغاتیں سرمایہ داری وجاگیرداری اور جمہوری نظام کے ہوتے ہوئے عوام کو میسر ہو سکتی ہیں؟ ہرگز، ہرگز نہیں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے یہ باطل نظام انسانیت کی طبقاتی تقسیم کرنے، بدامنی وبے سکونی

پھیلانے اور سرمایہ پرستوں کے مفادات کی رکھوالی کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ دنیا دینِ فطرت یعنی اسلام سے منہ موڑ کر اور اِن نظاموں کے اثراتِ بد کا شکار ہو کر اِضطراب و پریشانی اور اَخلاقی و معاشی تباہی و بربادی کی اتھاہ گہرائیوں کی مکین بن چکی ہے۔ حقیقی راحت، سکون، پیار، محبت، اُنس، اخلاق، اقدار، اخوت، مساوات اور عدل وانصاف صرف اور صرف اللہ کے عطا کردہ نظامِ زندگی، اسلام کے دامنِ رحمت سے ہی میسر آسکتے ہیں۔ جن کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی پہلی فلاحی ریاست کے قیام کی انقلابی صورت میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

جب حالات کا نقشہ اِس طرح ہو کہ ایک طرف پاکستان میں ایسے جاگیردار اَور سرمایہ پرست موجود ہیں۔ جنھیں اپنی جاگیر کی وسعت اور اَپنی دولت کے انباروں کا خود بھی اندازہ نہیں ہے تو دوسری طرف غربت و افلاس کی بدولت بے روزگاری نے خاکروبوں اور کچرا چننے والوں کی تعداد میں ہوش ربا حد تک اضافہ کر دیا ہے۔ بچوں کا سکول جانا بھی تشویشناک حد تک کم ہو گیا ہے۔ جب عوام کی اکثریت دووَقت کی روٹی کو ترسے گی، بدامنی، بے سکونی اور پریشانیوں سے اُس کا دماغ چیخ رہا ہوگا تو وہ ووٹ کی افادیت اور اُس کے ذریعے انقلاب لانے کی جدوجہد میں کیسے اپنا کردار اَدا کر سکے گی۔

پاکستان کے ذمہ تریسٹھ ارب ڈالر کے غیر ملکی قرضے ہیں۔ جبکہ پاکستانی حکومت نے باون ارب روپے کے ظالمانہ ٹیکس اپنی فاقہ زدہ عوام پر مسلط کر رکھے ہیں۔ نواز شریف اور آصف زرداری جیسے سیاستدان اور سول و فوجی بیوروکریٹ سالانہ صرف چند ہزار روپے دے کر کروڑوں روپے کا ٹیکس بچاتے ہیں اور متوسط طبقہ بالخصوص سرکاری ملازمین ہی اربوں روپے کا ٹیکس سرکاری خزانے میں جمع کراتے ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عوام کی رگوں میں اب کتنا خون باقی چھوڑا گیا ہے کہ جنھیں مزید نچوڑ کر ہمارے رہنما اپنے چہرے کی سرخی میں اضافہ کریں گے۔ ہمارا جاگیردار اور صنعت کار ٹیکس ادا نہیں کرتا۔ اِس کے باوجود وہ پوری ڈھٹائی سے ہر الیکشن میں لنگر لنگوٹ کس کر میدان میں آجاتا ہے۔ جمہوریت، جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کی ملی بھگت سے وہ ہر الیکشن جیت جاتا ہے اور پھر سے عوام کی ہڈیوں کو چچوڑنے کے لیے کمر کس لیتا ہے۔ جب تک اِن ظالمانہ نظاموں کو اِن کی باقیات سمیت دفن نہیں کر دیا جاتا۔ اُس وقت تک کسی واضح تبدیلی یا کسی انقلاب کا تصور ہی محال ہے۔